دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہِ پاکستان —— حسن ابدال
فیکٹری آفس: ۱۰۰- بارسے اسٹریٹ، صدر راولپنڈی
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور

پی این ایس سی کے لئے قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

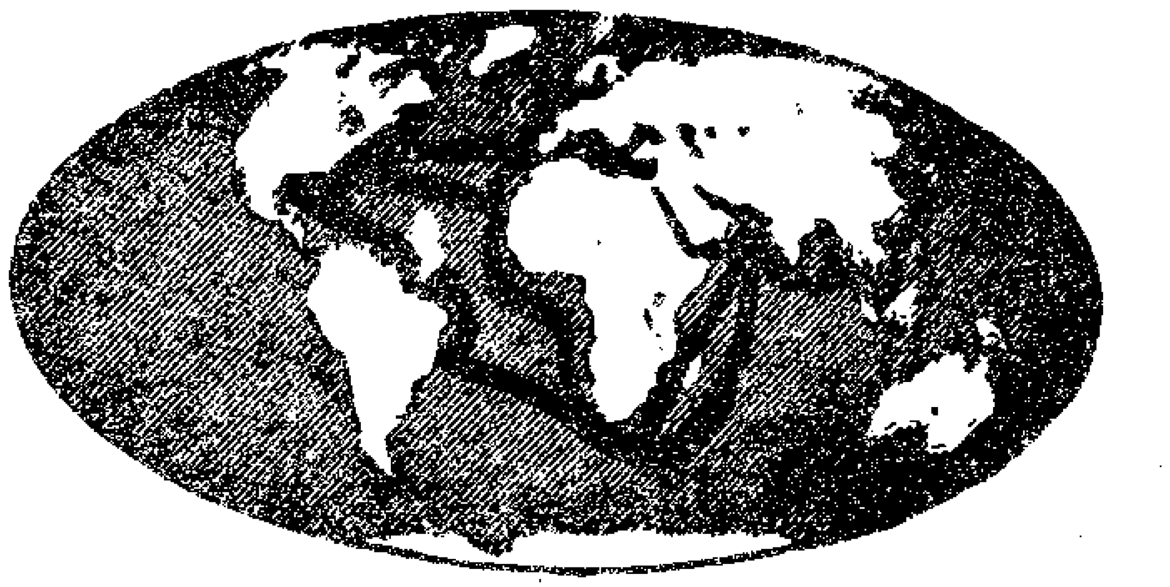

اب جبکہ پی این ایس سی کے جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونے کے اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے۔

پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن

قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

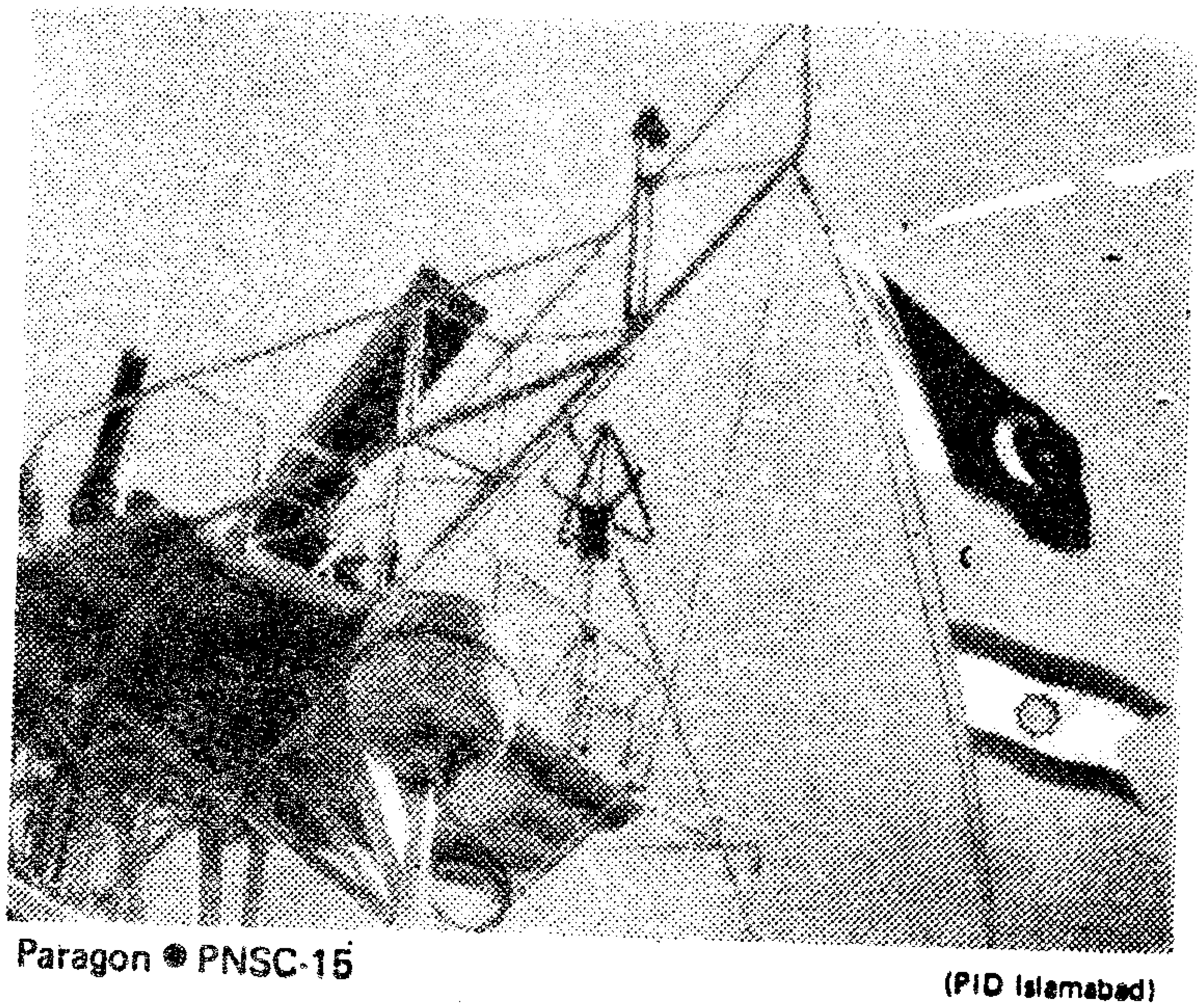

Paragon ● PNSC-15

(PID Islamabad)

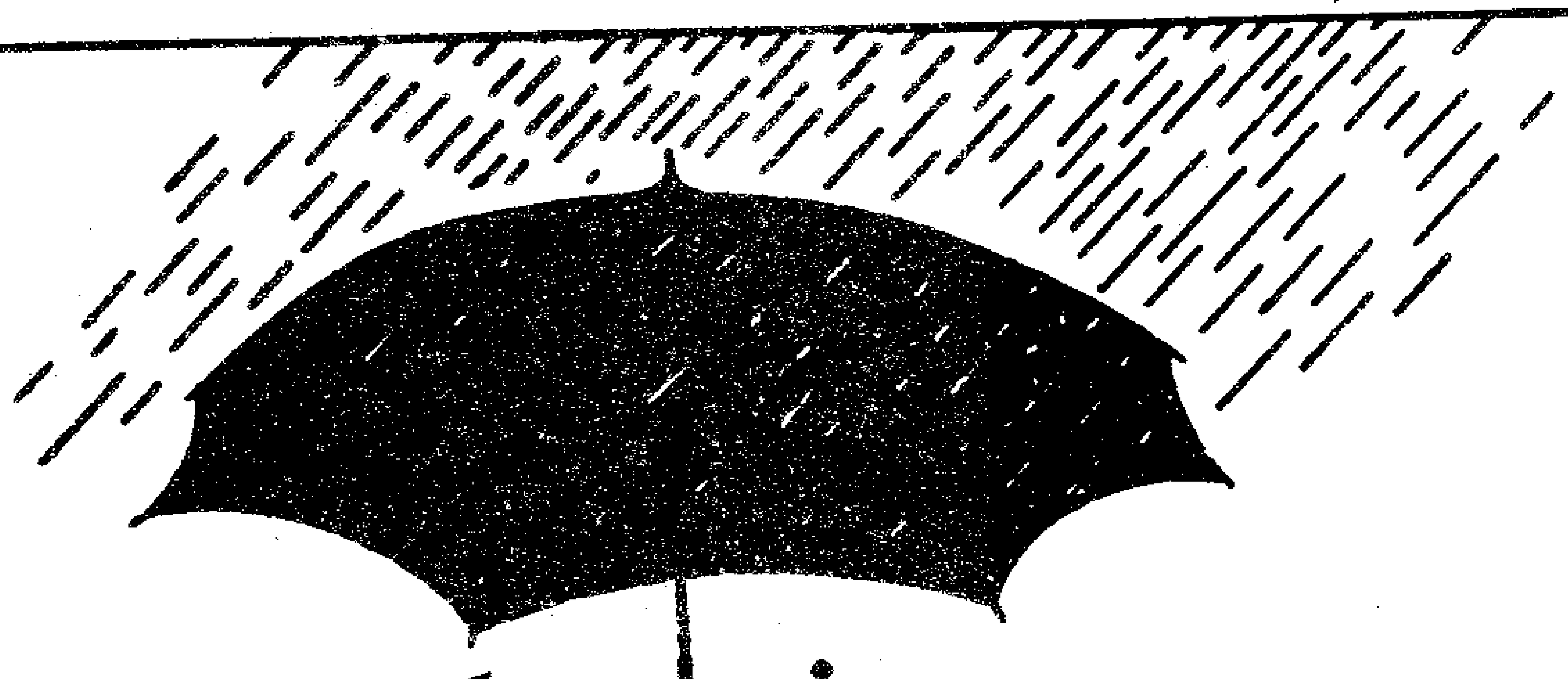

بدہضمی برسات کی سوغات

بدہضمی کا علاج کارمینا سے کیجیے

برسات میں نظامِ ہضم خاص طور پر متاثر ہوتا ہے
اور بدہضمی کی شکایت عام ہو جاتی ہے۔ ان دنوں میں معدے کی کارکردگی بحال رکھنے
کے لیے دونوں وقت پابندی سے کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا معدے کی گرانی اور ہاضمے کی تمام خرابیوں کا مؤثر اور مجرب علاج ہے۔

بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت
کی صورت میں کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا

**نظامِ ہضم کو بیدار کرتی ہے،
معدے اور آنتوں کے افعال کو
منظم اور درست کرتی ہے۔**

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

تحقیق، روحِ تخلیق ہے

Adarts-CAR-2/86

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

قسط ۹

علامہ سمعانی سے ملاقات

حلوائیوں کا کام کرنے والے اربابِ علم و فضل

(امام حلوائیؒ، امام بزدویؒ اور امام سرخسیؒ)

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ سے دارالعلوم کے ششماہی امتحانات کا اعلان ہوچکا تھا اسباق امتحان کی تاریخ سے ایک دو روز قبل بند کردئے گئے تھے۔ طلبہ امتحان کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ چونکہ اس سال سہ ماہی امتحان کی طرح ششماہی امتحانات میں بھی اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کے لئے معقول انعام کا اعلان ہوا تھا اس لئے اب کی بار طلبہ میں مسابقت اور مطالعہ و تکرار کا رجحان ہمیشہ کی نسبت سے زیادہ تھا۔ علم سے نسبت، اساتذہ علم کی صحبت کی برکتوں سے مجھے بھی دارالعلوم میں طلبہ کی محنت، تکرار اور مطالعہ کے مناظر سے طبعی سرور اور مسرت حاصل ہوتی تھی۔ یہ روح پرور مناظر دیکھ دیکھ کر اپنے زمانۂ طالب علمی، غفلت، کسل اور تضییع اوقات پر ندامت اور وقت کی قدر و قیمت و اہمیت کا احساس ہوتا رہا۔ اپنے اساتذہ، اکابر شیوخ و ائمہ، بزرگانِ دین اور محدثین کے زمانۂ طالب علمی کے عبرت انگیز واقعات، تحصیل علم کا ذوق، شب بیداری اور مطالعہ کا شوق، اربابِ علم و فضل کی علمی زندگی کے مؤثر حالات، گویا تاریخ کا ورق بن کر نگاہوں کے سامنے آگئے۔

یہ تحصیل علم میں اخلاص اور زمانۂ طالب علمی میں جذبۂ عمل ہی کی برکتیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مقبولیت تامہ عوام اور خواص کے قلوب میں ڈال دی تھی۔ بعض کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مقام عطا فرمایا۔ بعض کی زبان فیض رساں سے حکمت اور علم و دانائی کے چشمے جاری فرمائے بعض کو عالم ملکوت سے عالم دنیا تک کمال و جلال کا شہرہ عطا فرمایا۔

بعض کے ذریعہ علاماتِ قدرت و امارات، دلائل خصوصیت اور براہین و کرامت کا اظہار فرمایا بعض کو عظمت و ہیبت، قطبیتِ وقت، روحِ معرفت، قلب حقیقت، وراثت کتاب، نیابت رسول اور سلطانِ طریق ہونے کے عظیم مراتب و مقامات پر پہنچایا۔ ایسوں کی شان اور رتبہ و مقام، اللہ اللہ کون ہے جسے ان کے جلوۂ جہاں آرائی پر تبصرہ و تعارف کی تاب ہو سکے۔

آں مرد کامل کہ بعرفان و عشقِ حق — در وقت خویش مثل خود اندر جہاں نداشت
آں حجتِ خدا کہ بہر جا قدم نہاد — باطل بصد خجالت و ذلت ازاں شتافت
مردانِ راہ گرد ازاں جا نیافتند — آں جا کہ اسپ فضل و کمال ش دوید و تاخت

اس حسین تصور نے مجھے کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ جیسے جیسے مناظر سامنے آتے رہے دل میں ان ہی کی عکس جمال کی کیفیات بھی اترتی گئیں۔ جس کی وجہ سے اب یہ یقین پختہ ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو ہر دور میں ایسے زندہ و جاوید، علم پرور اور علم گستر اشخاص عطا فرمانے کا ذمہ لے رکھا ہے۔ جو اسلامی و قرآنی اور علمی و روحانی تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے۔ اور مجموعاً یا انفراداً اس دین کو تازہ اور اس امت کو سرگرم عمل رکھیں گے اس لحاظ سے امت محمدیہ تاریخ عالم میں جیسی مردم خیز ثابت ہوئی ہے دنیا کی دیگر قوموں اور امتوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اسی تصور نے اکابر اہل علم اور ارباب فضل و کمال کی مختلف صورتیں دکھائیں۔ الانساب کے مصنف علامہ سمعانی کی خدمت میں آٹھ مرتبہ کی حاضریوں سے جن عظیم شخصیات اور بزرگوں سے ملاقات و تعارف ہو چکا تھا۔ سب کا اجمالی تصور نگاہوں کے سامنے ابھر ابھر کر آ رہا تھا۔ اور ابھی پیاس بھی نہیں بجھی تھی اور یہ کب بجھنے کی تھی ؎

ہست دریائے محبت بے کنار
لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

اللہ اللہ! یہ افراد، دماغی، علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانے کے کتنے ممتاز ترین افراد تھے۔ کتنی طاقتور اور دل آویز شخصیتوں کے مالک تھے یہی تو وہ ہستیاں ہیں جنہیں رسول کے نائبین، امت کے مجددین و مصلحین کے القاب سے شہرت حاصل ہے۔ یہی وہ مبارک شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنے یقین، سچی روحانیت اور قربانیوں سے دینِ اسلام کے پیروؤں میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا کر دی تھی۔

ایسے حسین تصور اور مبارک خیال سے قلب مضبوط ہوا۔ ہمت کو بلندی ملی تو سیجی ایمجٹ کر اپنے محبوب مصنف "الانساب" کے عظیم مؤرخ حضرت العلامہ عبدالکریم سمعانی کی مجلس روحانی میں پہنچ گیا۔ جدھر سے بھی کوئی علمی خیال آیا اہل علم کی یادیں اور ارباب فضل کے کمالات متصور ہوئے تو عالم تصور کے ایسے مناظر میں علامہ سمعانی ہمیشہ صدر نشین اور میر مجلس ہی نظر آئے ؎

بپا مٹی دل میں فقط ایک نام چھوڑ گیا
وہ عمر بھر کے لئے کتنا کام چھوڑ گیا

اہل فضل اور ارباب علم و کمال کی صحبتیں اپنی تاثیر و انقلاب میں بے حد مفید اور نافع اور ہر لحاظ سے نفع بخش ہوتی ہیں مجھے تو جب بھی ایسے مواقع ملے بحمد اللہ محروم نہیں لوٹا۔ اپنی نا اہلی کا احساس تو ہے ہی مگر جن کی طلب صادق اور جذبہ طلب مسلسل و مستقیم ہوا نہیں ایسے ہی مجالس فیض و برکت، درسگاہ علم و فضل اور تربیت گاہ روح و باطن ہی سے مستقبل ہی کی فکر، جذبہ دعوت و تبلیغ، شوق شہادت و عزیمت رجوع و انابت الی اللہ، اتباع شریعت کی لازوال دولت و سعادت یقیناً حاصل ہوئی۔ خود ہمارے ممدوح حضرت سمعانی کے مجالس کے ضبط و اشاعت پر کئی ایک قارئین کے خطوط موصول ہوئے جنہیں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و فضل کے تذکروں کے مطالعہ و استفادہ سے علمی و روحانی طور پر حظ وافر حاصل ہوا۔

چنانچہ مراد آباد (ہندوستان) سے حضرت مولانا علامہ افتخار فریدی صاحب احقر کے نام اپنے گرامی قدر مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"رسالہ دارالعلوم دیوبند میں " علامہ سمعانی سے ملاقات " آپ کا مضمون تین قسطوں میں دیکھ کر اس تحریر کا داعیہ پیدا ہوا۔ ملت ہند و پاک کی تباہی و بربادی کا سبب پیشہ ور حضرات کی تذلیل سے ہوئی۔ جس طرح ہندو دیو مالیت نے عزت و ذلت کی بنیاد پیشے پر رکھی ہے۔ اس کا سب سے نمایاں طبقہ اچھوت اقوام ہیں آج برصغیر کا مستقبل انہی پسماندہ اقوام کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح اسلام کے دور اول میں حق تعالیٰ شانہ نے غلاموں اور باندیوں کے ذریعہ دنیا کو دکھایا۔ خدا کرے "علامہ سمعانی سے ملاقات" کا یہ سیاق جلد مکمل ہو کر جلد طبع ہو ہماری ملت کے لئے اس وقت یہی حیات و بقا کا سبب بن سکتی ہے۔ ماشاء اللہ آپ کے قلب و دماغ کو حق تعالیٰ نے اس کام کی طرف راغب کر دیا ہے۔ جتنے پیشوں کے حضرات کے حالات آسکیں ہر حسب معمول پیشہ وار عنوان قائم فرما کر چار زبانوں میں شائع فرمائیں۔ عربی، اردو، انگریزی اور فارسی۔ حق تعالیٰ آپ سے یہ کام لے رہا ہے خدا تکمیل کی توفیق بخشے۔ کم از کم اردو میں تو اسے جلد شائع ہونا چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ ہندی، بنگلہ، تامل، تلگو، کنڑی اور گورمکھی وغیرہ زبان میں بھی اسے طبع کرا دیا جائے گا۔ آپ کا یہ تالیفی سلسلہ وقت کا امر ہے۔ چاہیے آپ اس کے لئے استخارہ فرمالیں۔ کیا عجب کہ اس خطہ کی قیادت حق تعالیٰ شمال و جنوب کے قبائل عطا فرمائیں"۔

بہرحال حسب معمول موقعہ اور فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے پھر سے حضرت سمعانی سے کتابی ملاقات کی سعادت حاصل کر لی اس دفعہ بھی موصوف نے کام و دھن کی حلاوت و عذوبت سے قطع نظر دل و دماغ کی ضیافت کو ترجیح دی۔

گفتگو کا موضوع یا افادات الیوم کا عنوان "حلوائی" قرار پایا۔ یہ عربی کا لفظ ہے۔ مگر اردو، فارسی، پنجابی

اور پشتو میں بھی سمجھا اور بولا جاتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ مٹھائی اور شیرینی بنانے اور بیچنے والوں کو حلوائی کہا جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف میں بھی بہت سے اہل فضل و کمال نے تحصیل و اشاعت علم کے ساتھ ساتھ بقائے حیات اور قوت لایموت کی خاطر حلوائیوں کا کام کیا۔ اور اسے بطور پیشہ بھی اختیار کیا۔ اور اسی پیشہ کی نسبت سے علمی حلقوں میں ان کا شہرہ "حلوائی" کے لقب سے ہوا۔

اسلام میں جن شیرینی اور مٹھائی بنانے اور بیچنے والوں نے دین و دیانت اور علوم و معارف کی مٹھائی و شیرینی سے اہل اسلام کے کام و دہن کی تواضع کی ہے اور روح کو لذت بخشی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خود علامہ سمعانی نے بھی آج کی مجلس میں ایک طویل فہرست بیان فرمائی۔ مگر خوف طوالت کے پیش نظر سب کے تذکرہ و تعارف کے بجائے چند ایک کے مختصر حالات، واقعات اور سوانح و افکار کا خلاصہ ضبط کر کے قدردان علم و ادب کی خدمت میں بطور ایک علمی تحفہ کے پیش خدمت کئے دیتا ہوں۔

حلوائی علماء کی فہرست میں علامہ سمعانی نے سب سے پہلے ابو محمد عبدالعزیز بن احمد حلوائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

موصوف شمس الائمہ کے لقب سے معروف تھے اور حلوائی کی نسبت ان کے لقب کا لازمہ بن گئی تھی۔

واہ، علامہ سمعانی نے بچپن سے اپنی محبوب اور معروف شخصیت کا تذکرہ چھیڑ دیا کہ دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ درس نظامی میں فقہ حنفیہ کی مروج نصابی کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس نے شمس الائمہ حلوائی کا حوالہ نہ دیا ہو۔

اساتذہ نے پڑھاتے وقت جب بھی ان کا کوئی منقولہ مسئلہ، حوالہ یا رائے نقل فرمائی تو اس موقعہ و محل کی مناسبت سے شمس الائمہ کا پورا تعارف، پس منظر، لقب اور نسبت کی حقیقت بھی بیان فرمائی۔ یہ بچپن سے سنا تھا اور اپنے اساتذہ سے بارہا سنا اور "دفاع امام ابوحنیفہ" اور "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کی تالیف کے دوران جب حنفی رجال کے تذکرے پڑھے ان میں ایک شمس الائمہ حلوائی بھی تھے جن کا عنوان اور نام ہی ایسا ہے کہ تراجم کی کسی بھی کتاب میں ان کا تذکرہ پڑھے بغیر آگے نہ گذر سکا۔

شمس الائمہ حلوائیؒ اپنے زمانہ کے امام کبیر، فاضل بے نظیر، فقیہ و محدث شیخ حنفیہ اور ثقہ مجتہد تھے علامہ عبدالحئی لکھنوی راوی ہیں کہ ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔

علامہ سمعانی نے بتایا کہ موصوف نے قاضی حسین بن خضر نسفی سے علم فقہ کی تحصیل کی۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی نے اپنی معروف کتاب "الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ" میں یہ مزید تفصیل بیان فرمائی ہے کہ امام حلوائیؒ نے علم حدیث کی باقاعدہ تعلیم ابوشعیب صالح بن محمد۔ احمد بن محمد انماطی، ابو اسحٰق رازی۔ اسمٰعیل بن محمد زاہد

عبداللہ کلاباذی، عبداللہ بن حسین۔ حافظ محمد غنجار جیسے اکابر ائمہ وقت اور ائمہ فن اور اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ حدیث سے حاصل کی۔ امام طحاوی کی درس نظامی میں داخل اور باقاعدہ بڑی توجہ سے پڑھائی جانے والی معروف کتاب شرح معانی الآثار فاضل وقت محدث عظیم ابوبکر محمد بن حسین حمدان سے پڑھی۔ حنفی تراجم اور اسمائے رجال کی مختلف کتابوں کے موصوف کے جستہ جستہ مختصر واقعات اور آپ کے حق میں بعض ائمہ کے آراء و اقوال، تصانیف کے ذریعہ موصوف کی علمی خدمات، مخلصانہ زندگی، سیرت واخلاق اور ظاہری و باطنی کمالات کے کچھ نمونے سامنے آجاتے ہیں۔ اور سمجھنے والوں کے لئے بعض دیگر مخفی گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی اہل قلم ادھر توجہ دے تو نوجوان طبقہ علم کے حقیقی طالب علموں، سیرت اور فقہ و تاریخ کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس میں مطالعہ و تعمیر زندگی اور سیرت کی تشکیل میں وافر مدد ملے گی۔

علامہ سمعانی کے تذکرہ اور ان کی مجلس روحانی کی برکت سے مجھے آج حنفی تراجم اور اسماء رجال کی چھوٹی بڑی متعدد کتابوں سے استفادہ کا موقعہ بھی مل گیا۔ شمس الائمہ حلوائی کا تذکرہ میرے لئے کتابی مطالعہ و استفادہ کا ذریعہ بنا۔ آخر علماء کے مجالس اور علمی کتابوں کے تذکرے و تعارف اور مطالعہ کی انگیخت کا سامان نہ ہو تو اس کے سوا کسی دوسری چیز کی توقع بھی عبث ہے۔

"الاکمال" میں حافظ ابونصر بغدادی نے امام حلوائی کو "امام اہل الرائے" کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ بہرحال اپنے زمانہ کے ہمعصر علماء، اقران، اور طلباء اور شائقین علم میں آپ کی علمی زیرکی، فقہی دانائی، محدثانہ شان، تحقیق مسائل میں حزم و احتیاط ضرب المثل بن گیا۔ طلبہ کا اژدحام ہونے لگا۔ درس و افادہ کے حلقے قائم ہوئے۔ تلامذہ و مستفیدین، سائلین و مستفتین کا انبوہ ہوا کرتا تھا۔ آپ کا علمی تبحر، ذہانت، صاف گوئی، بحث و مناظرہ، صحیح استدلال، حاضرین و سامعین کو گرویدہ کر لیتا تھا۔

اسلام کے پورے علمی ذخیرہ پر کامل عبور، تفقہ و اجتہاد، استنباط احکام، استخراج جزئیات اور تدریس و تفہیم کی اللہ پاک نے حضرت امام حلوائی کو جس قدر صلاحیتوں سے نوازا تھا اس کا اندازہ آپ کے حلقہ تلامذہ اور مستفیدین کی عظمت سے لگایا جا سکتا ہے۔

غالباً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا مقولہ ہے کہ استاد کی لیاقت، علمی منزلت اگر معلوم کرنی ہو تو تلامذہ اور شاگردوں کے حلقہ میں اس کے متعلق جو تبصرہ اور رائے قائم کی جا چکی ہے اس میں استاد کی شخصیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

چنانچہ تراجم کی کتابوں میں آپ کے حلقہ تلامذہ کی فہرست میں اعاظم رجال فقہ، بے نظیر مدرسین و مجتہدین

فقہاء، محدثین اور لاجواب کتابوں کے مصنفین دو زانو بیٹھے تحصیل علم میں مشغول نظر آتے ہیں۔

یہ سب کچھ موہبت خداوندی اور عطیہ الٰہی تھا اور خداداد ذہانت و فراست دیانت و اخلاص تعلق باللہ، علمی اشتغال و انہماک اور تقویٰ و طہارت اور جذبۂ خدمت دین جیسے اوصاف حمیدہ ہی کا کرشمہ تھا کہ علامہ فقیر محمد جہلمی صاحب حدائق الحنفیہ اور علامہ سمعانی کے ارشاد کے مطابق شمس الائمہ بکر زنجری۔ محمد بن علی، ابو بکر محمد بن حسین۔ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی۔ صدر الاسلام محمد بن محمد۔ قاضی جمال الدین، ابو نصر احمد بن احمد الرحمٰن جیسے اعاظم رجال علم، شہنشاہان علم وفقہ، اور مرجع خاص و عام آپ ہی کی درسگاہ کے فیض یافتہ اور آپ ہی کی فیض صحبت سے بہرہ مند تھے۔

سب کا تعارف تو مشکل ہی ہے۔ البتہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی ہی کے تعارف سے دیگر اکابر کی عظمت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ گو علامہ سمعانی نے آج کی مجلس میں تفصیلی تذکرہ نہیں فرمایا۔ مگر اپنے اساتذہ سے زمانہ طالب علمی میں دوران درس امام بزدوی کا اسم گرامی بار بار سنا جو اب گویا ایک مانوس اور محبوب نام بن گیا ہے۔

یہ وہی امام بزدوی ہیں جو اصول و فروع میں اپنے زمانہ کے امام ائمہ، شیخ حنفیہ، مرجع انام، جامع علوم مختلفہ، فقیہہ کامل، جید عالم، عظیم محدث اور حفظ مذہب میں ضرب المثل ہیں —— یہ القاب اور تعارف کے کلمات نہ تو علامہ سمعانی نے بیان فرمائے اور نہ احقر نے اپنی طرف سے بڑھائے۔ بلکہ تراجم کی دسیوں کتابوں سے مختلف ائمہ علم کی رائے واقوال اور شہادتیں نقل کر کے انہیں ایک پیرایہ میں جمع کر دیا ہے تراجم میں کثرت سے آپ کے تصنیفات کثیرہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ یہ وہی امام بزدوی ہیں جنہوں نے گیارہ جلدوں میں مبسوط تصنیف کی۔ جامع کبیر اور جامع صغیر کی شروحات لکھیں۔ اصول فقہ میں آپ کی معتمد اور عظیم کتاب "اصول بزدوی" نے تو آپ کے نام کا شہرہ آفاق میں پھیلا دیا ہے۔ تراجم کی کتابوں نے آپ کی ایک ایسی تفسیر کی نشاندہی بھی کی ہے جسے آپ نے ۱۲۰ جلدوں میں تصنیف فرمایا ہے۔ جب کہ ہر جلد قرآن کے حجم کے مساوی ہے

امام بزدوی کے بارے میں کتابوں میں ایک عجیب و غریب لطیفہ بھی منقول ہوتا چلا آیا ہے۔

حدائق الحنفیہ کے مصنف نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ بہرحال مشہور ہے کہ امام بزدوی کے زمانے میں ایک بڑا متبحر عالم شافعی المذہب آپ کے علاقہ میں آیا۔ جس سے بھی وہ مناظرہ کرتا تھا اس پر وہ غالب آجاتا تھا حتیٰ کہ صورت حالات یہاں تک پہنچی کہ بہت سے حنفیہ بھی مسلک شافعیہ کی طرف رجحان ظاہر کرنے لگے۔ علماء اور فضلاء جمع ہوئے اور ایک وفد کی صورت میں امام بزدوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ :-

حضرت آپ صورت حال پر نظر رکھیں اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے ادھر توجہ دیں۔ ورنہ ہم سب

شافعی المذہب ہو جائیں گے۔

امام بزدوی نے فرمایا: میں ایک فقیر اور گوشہ نشین انسان ہوں۔ مجھ کو مباحثہ اور مناظرہ سے کچھ کام نہیں مگر وفد نے شدید اصرار کیا تو آپ نے ان کی التجا قبول کر لی۔ اور اسی مناظر عالم کی مجلس میں تشریف لے گئے چنانچہ اس نے امام بزدوی کو دیکھ کر حضرت امام شافعی کے مناقب کا بیان شروع کر دیا اور کہا کہ:

امام شافعی نے ایک مہینہ میں قرآن حفظ کیا۔ ہر روز ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔ رات کو تراویح میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے۔

امام بزدوی نے فرمایا: یہ تو آسان کام ہے زمانہ طالب علمی ارباب علم سے وابستگی اور قلبی جذبہ اور شوق ہو تو قرآن کا حفظ کوئی اتنا مشکل نہیں۔ قرآن شریف بتمامہ علیحدہ اور بعینہٖ اس کو اپنی یاد سے لکھا کرتے ہیں۔

جناب: سرکاری دفتر کا حساب کتاب لاؤ، اور مجھے دو سال کا خرچ و آمد پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ لوگوں نے تعمیل ارشاد میں ایسا ہی کیا تو آپ نے سارے ریکارڈ پر ایک نظر ڈالی۔ اور مکمل مطالعہ کر لیا۔ اور سرکاری کاغذات پر اسی غرض کے لئے کوئی ان میں تغیر و تبدل نہ کر سکے سرکاری مہر لگوا دی اور ایک مکان مقفل میں بند کرا دیا۔ اور خود حج پر تشریف لے گئے۔ جب چھ ماہ بعد لوٹے تو ایک بڑی تقریب قائم کی۔ مقفل سرکاری کاغذات اور دفاتر منگوا کر لوگوں سے کہا اور خود اس شافعی المذہب عالم کے ہاتھ میں رجسٹر تھما دیا اور اسی مجلس میں تمام حاضرین کے سامنے چھ ماہ قبل سنا ہوا سینکڑوں صفحات پر مشتمل سارا حساب یاد سے سنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک حرف کی بھی غلطی نہیں لگی۔ جس سے شافعی المذہب مدعی کو شرم و خجالت اور شرمندگی و ندامت ہوئی اور اپنے کئے پر عمر بھر پچھتاتا رہا۔

علامہ سمعانی نے حلوائیوں کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و فضل کے تذکرہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مشہور حنفی امام اور مصنف علامہ ابو سہل محمد بن احمد سرخسی بھی آپ کے شاگرد خاص اور آپ ہی کی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں۔

بات طویل ہو جائے گی۔ مگر ترک کر دینا بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ سچ پوچھئے تو اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں وجہ اس کی بھی وہی ہے جو امام بزدوی کے ذکر میں عرض کر چکا ہوں کہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے اساتذہ نے جن حنفی ائمہ کا بار بار تذکرہ کر کر کے دل و دماغ میں ان کی شخصیتیں رچا بسا دیں۔ ان کے نام آنے پر اور ان کا تذکرہ ہونے پر اگر دل نہ مچلے، طبیعت میں روانی نہ آئے تب تو ضرور تعجب کرنا چاہئے۔ یہاں تو بحمد اللہ منفی پہلو ہے ہی نہیں۔ مثبت پہلو آپ کے سامنے ہے۔ یہ بھی میرا کوئی کمال نہیں جن لوگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکتوں کے طفیل اللہ نے ائمہ احناف کا نام لینے کی توفیق بخشی ہے یہ بھی ان ہی کا فیض اور ان ہی کی کرامتیں

ہیں۔ بہر حال بات امام سرخسی کی چل نکلی۔ علامہ سمعانی نے گمان کا تفصیلی تذکرہ اور حالات نہیں بتائے شمس الائمہ حلوائی کے تلامذہ کی فہرست میں دوسرے اکابر، ائمہ اور فقہاء عظام کے اسماء گرامی کی طرح آپ کا بھی نام مبارک تحریر فرمایا ہے مگر تراجم اور اسماء الرجال کی کتابوں میں آپ کا تذکرہ تفصیلاً منقول ہوتا چلا آیا ہے۔ آپ بھی شیخ و مربی اور استاذ کی طرح شمس الائمہ کے لقب سے مشہور تھے۔ اپنے زمانے کے امام، علامہ، متکلم، مناظر، اصولی، فقیہہ محدث اور مجتہد تھے۔

ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

ابتداء میں اپنے والد کی ہمراہی میں تجارت کی غرض سے بغداد تشریف لائے اسی دوران استاذ الاساتذہ امام حلوائی سے ربط پیدا ہو گیا۔ پھر کیا تھا امام حلوائی کی نظر کیمیا اثر کام کر گئی۔ ایک بار دیکھا کہ گرویدہ ہو گئے امام سرخسی امام حلوائی کی مجلس فیض اثر سے اٹھنے کا نام بھی نہ لیتے تھے۔ تعلیم شروع کی، امام حلوائی کی صحبت خدمت اور تحصیل علم میں مداومت اختیار کی۔ علوم ان سے پڑھے اس وقت تک چھٹی و رخصت اور واپسی کا نام نہ لیا جب تک کہ علم و فضل میں تکمیل کے مراحل طے کر کے یگانۂ روزگار نہ ہوئے۔ آپ کے زمانۂ حبس (قید) کی المناک داستان، جس میں عبرت و نصیحت کے کئی ابواب اور دسیوں پہلو موجود ہیں اپنے اساتذہ سے بارہا سنتا رہا۔ اور دفاع ابو حنیفہ کی تالیف کے دوران تراجم کی متعدد کتابوں میں اصل واقعہ خود مطالعہ کر کے ترجمہ و نقل کرنے کی توفیق ارزانی بھی ہوئی۔ قارئین کی دلچسپی اور افادہ کے پیش نظر جی چاہتا ہے کہ یہاں بھی اسے دفاع ابو حنیفہ سے نقل کر کے پیش خدمت کر دوں۔ تاکہ دنیا پر یہ واضح ہو سکے کہ ہمارے اسلاف اور ائمہ امت نے حلوائیوں کا کاروبار کر کے بھی انسانی سیرت کی تعمیر و تشکیل اور رجال کار کی تربیت اور آدم گری پر کتنی زیادہ توجہ دی تھی۔ خود امام حلوائی نے رجال کار کی جو عظیم کھیپ تیار کی ہے۔ ان میں تفصیلی تذکرہ سب کا تو نہ کر سکا البتہ امام بزدوی اور امام سرخسی کے اجمالی تذکرہ سے سب کی اہمیت اور وقعت اور مرتبہ و مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے چونکہ شمس الائمہ سرخسی اپنے وقت کے امام، حق گو، نڈر اور بے باک عالم دین تھے ہر وقت نصح و خیر خواہی کا جذبہ غالب رہتا تھا۔ اسی جذبہ حق گوئی اور احقاق حق کی خاطر اپنے زمانے کے حکمران ترکی خان خاقان کو اعلاء کلمۃ اللہ کے پیش نظر کچھ نصیحت کی۔ اور لوگوں پر ناجائز محصول عائد کرنے اور بے جا مظالم سے روکا مگر نشۂ اقتدار نے خاقان کو حق سننے اور حق قبول کرنے کے بجائے غیض و غضب میں مبتلا کر دیا۔ خاقان نے امام سرخسی کو حق گوئی کی پاداش میں سخت سزائیں دینا شروع کیں۔ آخر میں شہر جند کے جب (کنوئیں) میں قید کر دئے گئے۔ پھر کیا ہوا۔ قدرت کی نیرنگی، ذوق علم اور اشاعت فقہ و احکام کا جذبہ دیکھئے۔ امام حلوائی کے اس ہونہار شاگرد کے تلامذہ آپ سے تحصیل علم کی خاطر کنوئیں کی من پہ بیٹھ جایا کرتے تھے

شمس الائمہ امام سرخسی اندر سے طلبہ پر املا کرانے تھے استاد جو کچھ فرماتے طلبہ اسے اسی وقت قلم بند کر لیا کرتے۔ نہ کتب خانہ تھا اور نہ کوئی کتاب ساتھ تھی۔ جو کچھ لکھواتے اپنے سابقہ مطالعہ، قوت یادداشت فکر رسا، طبع ذکا اور حافظہ کی مدد سے لکھوانے تھے۔ آپ کی وہی درسی و املائی تقاریر مرتب ہو کر آج ۳۰ جلدوں میں مبسوط سرخسی کے نام سے طبع ہو کر فقہ و قانون کے ماہرین اور ایک علمی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال چکی ہیں۔

گویا فقہ اسلامی کی یہ عظیم انسائیکلوپیڈیا امام سرخسی کے زمانہ حبس کے لیکچروں کا یادگار مجموعہ ہے جس میں جگہ جگہ امام سرخسی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ کتاب اس فصل تک پہنچی ہے اور میں ابھی تک اشرار کے ہاتھوں کنوئیں کی قید کی سزا کاٹ رہا ہوں۔

صرف یہ نہیں بلکہ تراجم کی کتابوں میں آپ کے مزید علمی شاہکار کنوئیں میں زمانہ حبس کی یادگار کتابیں ہیں۔ مثلاً کتاب عبادات کی شرح۔ کتاب الاقرار کی شرح اس قید ہی کے ایام میں آپ نے اپنے تلامذہ سے لکھوائیں چنانچہ امام حلوائی کے یہ ہونہار شاگرد امام سرخسی جب شرح العبادات کے لکھوانے سے فارغ ہوئے تو اس کے آخر پر نصیحتاً یہ تحریر فرمایا کہ :-

ھذا اخر شرح العبادات	اب یہ شرح العبادات کا آخر ہے جو واضح
باوضع المعانی واوجز العبادات	اور مختصر مگر جامع عبارات میں ادا کیا گیا ہے
املاء المحبوس فی محبس	اسے شریروں کے ایک شریف قیدی نے
الاشرار	لکھوایا ہے۔

شرح سیر کبیر اور اصول فقہ میں آپ کی تصنیف بھی اسی زمانہ حبس کی یادگاریں ہیں۔ امام حلوائی کے اس ہونہار شاگرد کو قدرت نے بڑے کمالات سے نوازا تھا۔ استاد کی دعائیں اور صحبت و مجالس کی برکتیں علمی و عملی میدان میں اس کی زبردست پشت پناہی کر رہی تھیں۔

آپ کے تذکرہ میں مصنفین یہ واقعہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ کسی نے آپ کے سامنے حضرت امام شافعیؒ کے فضائل و کمالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام شافعی کو کتابوں کی تین سو جلدیں یاد تھیں۔ آپ نے سنا تو اپنے یادکردہ کتابوں کے اجزاء کو شمار کیا جب گنتی مکمل کر لی تو ان کی تعداد بارہ ہزار نکلی۔ واہ، یہ تھی حضرت حلوائی کی تربیت اور نگاہِ کیمیا اثر کی تاثیر۔ دراصل وہ مجالس ہی ایسے تھے کہ وہاں کی برکتوں سے گناہ دھل جاتے تھے نئے گناہوں کے ارتکاب کی ہمت ہی ختم ہو جایا کرتی تھی۔ گناہ کم ہو جائیں تو حضرت وکیع کی وصیت کے مطابق حافظہ قوی ہو جاتا ہے ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من اللہ
فنور اللہ لا یعطی لعاصی

ترجمہ: میں نے امام وکیع سے اپنے حافظہ کی خرابی اور کمزوری کی شکایت کی۔ تو انہوں نے بطور معالجہ مجھے گناہوں کے چھوڑ دینے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ علم اللہ کے معارف کا ایک نور ہے۔ جو گناہگار اور معاصی سے ناپاک قلوب میں نہیں رکھا جاتا۔

مجھے افسوس ہے کہ امام حلوائی کے تذکرہ میں تطویل ہوگئی دیگر حلوائی ارباب علم وفضل کی فہرست جیسے علامہ سمعانی نے مرتب فرمایا ہے میرے سامنے ہے۔ مگر کیا کیجئے مکتب حنفیہ اور ائمہ احناف کے سوانح و حالات ایسے کب ہیں کہ ان کے سامنے ہوتے ہوئے دوسروں کی طرف نگاہ اٹھ سکے۔

بہرحال تطویل بھی لا حاصل نہیں۔ اگر امام حلوائی کے تذکرہ میں یہ پہلو نہ دکھایا جاتا تو شاید یہ بات کمزور رہتی مقصد بھی یہی ہے کہ خود مجھے اور میرے پڑھنے والوں کو عمل کی انگیخت ہو۔ امام حلوائی کے ہونہار شاگرد امام سرخسی کا تذکرہ اس لئے طویل ہوگیا کہ ان کی زندگی میں اپنی کامیابی کی راہیں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ لیجئے ایک دو واقعات امام حلوائی کے اس ہونہار شاگرد کے اور بھی عرض کر دیتا ہوں خدا کرے کہ ہم سب کو اس سے اپنی زندگی سنوارنے کا فائدہ حاصل ہو۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔ کہ جب امام سرخسی کو ترکی خان خاقان نے گرفتار کرکے شہر جند کے کنوئیں کی طرف بھیج دیا۔ پولیس والے آپ کو ہتھکڑیوں اور جولان میں جکڑ کر جند کی جانب لے جا رہے تھے تو راستے میں جب بھی نماز کا وقت ہوتا بغیر کسی تحریک کے آپ کے بندھے ہوئے ہاتھ اور پاؤں خود بخود کھل جاتے سرکاری جولان اور ہتھکڑیوں کے تالے چابی لگائے بغیر اس قیدی سے جدا ہو جاتے۔ امام سرخسی وضو یا تیمم کرکے اذان کہتے اور پھر تکبیر کہہ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے۔ چنانچہ پہرہ اور نگرانی کرنے والے سپاہی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ سبز پوشوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے کھڑی نماز ادا کر رہی ہے۔

جب امام سرخسی نماز پڑھنے سے فارغ ہوتے تو نگران سپاہیوں سے فرماتے، کہ آئیے! اور مجھے باندھ لیجئے۔ سپاہی عرض کرتے۔ حضرت خواجہ! ہم نے آپ کی کرامت اور عنداللہ رتبہ و مقام آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اب ہم آپ کے ساتھ ایسا معاملہ کب کر سکتے ہیں۔

امام سرخسی فرماتے! کہ میں تو خدا تعالیٰ کے حکم کا مامور ہوں اس کا حکم بجا لایا ہوں تاکہ قیامت کے روز

شرمندگی نہ ہو۔

اور تم سپاہی ہو ظالم خاقان کے تابع اور تنخواہ خور ملازم ہو تمہیں بھی چاہئے کہ اپنے آقا کا حکم بجا لاؤ کہ اس کے ظلم سے خلاصی پاؤ۔

آپ کے تذکرہ میں صاحب حدائق الحنفیہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب آپ شہر جند میں پہنچے تو ایک مسجد میں نماز کے لئے داخل ہونے۔ دیکھا! کہ امام مسجد آستین کے اندر ہاتھ رکھ کر تکبیر تحریمہ کہہ رہا ہے چنانچہ امام سرخسی نے پچھلی صف سے آواز دی کہ تکبیر تحریمہ پھر کہنی چاہئے۔ امام مسجد نے پھر حسب سابق آستین ہی میں ہاتھ رکھ کر تکبیر کہی۔ اسی طرح تین مرتبہ رد و بدل ہوا، چوتھی مرتبہ امام مسجد قرائن سے اندازہ لگا چکے تھے عرض کیا! کہ شاید آپ امام اجل سرخسی ہیں۔

فرمایا ہاں! وہی ہوں۔ امام مسجد نے تکبیر میں خلل اور اعادہ کے حکم کی وجہ پوچھی تو امام سرخسی نے فرمایا۔

محترم! مردوں کو ہاتھ آستین سے باہر نکال کر تکبیر کہنی چاہئے یہی سنت ہے۔ مجھے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں عار محسوس ہوتی ہے جو عورتوں کے طریقہ کے مطابق ہاتھ آستین کے اندر رکھ کر نماز میں داخل ہو رہا ہو۔

ایک حیرت انگیز واقعہ ان کا جو بیان کیا گیا ہے جس میں جریان بطن کی وجہ سے چالیس مرتبہ عارضہ شکم لاحق ہوا مگر ہر بار آپ نیا وضو بنا کر مطالعہ و تحصیل علم میں لگے رہے سبق قضا کرنا یا چھٹی تو کجا، وضو کا ترک کرنا بھی گوارا نہ کیا میرے تو اس واقعہ کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو گئے تفصیلی قصہ یوں ہے:۔

شہر جند کے کنوئیں میں جب آپ قید کے ایام گذار رہے تھے تو اس کنوئیں کی منڈیر پر شائقین علم، طلبۂ علوم دینیہ حاضر ہوتے۔ آپ اندر سے پڑھاتے اور طلبہ آپ کی تقاریر درس کو امالی کی صورت میں محفوظ کرتے رہتے کسی روز آپ نے ایک شاگرد کی آواز نہ سنی۔ آپ نے حاضر طلبہ سے پوچھا کہ فلاں کی آواز نہیں آرہی! موجود ہے یا چلا گیا ہے؟

ایک طالب علم نے عرض کیا حضرت! وضو بنانے گیا ہے چونکہ سردی زیادہ ہے اس لئے میں بسبب شدت سردی کے وضو نہ بنا سکا۔ امام سرخسی نے اس طالب علم کے یہ الفاظ سن کر جلال آمیز لہجہ میں فرمایا۔

عافاک اللہ۔ خدا تجھے معاف کرے، تجھے شرم نہیں آتی اس قدر معمولی سی سردی میں تو وضو بنانے کی سعادت سے خود کو محروم کر رہا ہے۔ حالانکہ جب میری طالب علمی کا زمانہ تھا تو مجھے بخارا میں ایک مرتبہ جریان البطن کی شدید شکایت ہوئی۔ عارضہ شکم لاحق ہوا ایک ہی روز میں چالیس مرتبہ قضائے حاجت ہوئی۔ مگر میں نے نہ تو سبق کا ناغہ کیا اور نہ چھٹی کی درخواست دی۔ ناغہ و چھٹی تو کجا، چالیس مرتبہ قضائے حاجت کو جاتا رہا اور سخت سردی کے

موسم میں ہر مرتبہ نیا وضو بنا کر اپنے تعلیمی مشغلہ میں بدستور مصروف رہا جب مکان پہ آتا تو میری دوات سردی کی شدت سے جم جایا کرتی تھی۔ میں اسی دوات کو اپنے سینے پر رکھ لیتا تھا جب سینہ کی گرمی سے وہ قدرے کام کی ہو جاتی تو اس سے اساتذہ کے امالی وتعلیقات کا کام شروع کر دیتا تھا۔

بہرحال اچھا ہوا کہ شمس الائمہ حلوائی کے تذکرہ سے علم وادب کی بہاروں کی کئی ایک جھلکیاں دیکھ لی ہیں۔

لکھا ہے کہ امام حلوائی، حلوہ بنانے کی وجہ سے حلوائی کہلاتے تھے۔ مگر اس کے علاوہ موصوف کی عادت مبارک یہ تھی کہ حلوہ بنا بنا کر اپنے اساتذہ، مشائخ اور طلبہ کو بڑی فیاضی سے کھلاتے تھے۔ آج جو علماء کا طبقہ حلوہ خوری کی نسبت سے مطعون کیا جاتا ہے ممکن ہے اس میں ایسے واقعات کا بھی دخل ہو۔ حالاں کہ بازار میں اگر فی الواقعہ تحقیق کر لی جائے تو حلوہ خریدنے والے مولوی عام لوگوں کی نسبت ۱۰ فیصد سے بھی کم ملیں گے اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ حلوہ وہی لوگ زیادہ کھاتے ہیں جو اس نسبت سے مولوی کو زیادہ بدنام کرتے ہیں۔

علامہ سمعانی نے بتایا کہ امام حلوائی ۹۰ھ میں بمقام کش وفات ہوئے۔ اور بخارا میں لے جا کر دفن کئے گئے مجھے افسوس ہے کہ امام حلوائی اور ان کے دو تلامذہ امام بزدوی اور امام سرخسی کے تذکروں سے مضمون طویل ہو گیا ہے اور علامہ سمعانی کے ارشاد فرمودہ دیگر حلوائی فضلاء اور صاحبانِ کمال کا تفصیلی تذکرہ مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

تاہم محمد حلوائی کی شخصیت ایسی تھی کہ اس کے شیخ وقت، استاذ حدیث ہونے پر اپنے وقت کے علماء کا اتفاق تھا۔ موصوف عالم باعمل اور حدیث ومحدثین کا بے حد اکرام وتعظیم کرتے تھے۔ حدیث پر عامل تھے مگر فتوٰی علماء کوفہ یعنی احناف کے مسلک پر دیا کرتے تھے۔

تیسرے نمبر پہ علامہ سمعانی نے عبداللہ بن احمد حلوائی کا تذکرہ فرمایا موصوف بہت بڑے فقیہ، جید عالم اور حافظ الحدیث تھے۔ حلوائیوں کا کاروبار کر کے رزق حلال کماتے کبھی کبھی پارچہ فروشی کا کاروبار بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے خود کو بزاز بھی لکھا کرتے تھے۔

عبدالرحیم بن عبداللہ حلوائی، علوم ومعارف کا گنجینہ، اور قرآنی وروحانی علوم کا گویا خزینہ تھے۔ علامہ سمعانی نے ان سے تلمذ اور تحصیل علم حدیث کو بڑے فخر وامتیاز کے ساتھ بیان فرمایا۔

کہتے تھے کہ عبدالرحیم حلوائی، میرے شیوخ حدیث سے ہیں بلخ اور مرو دونوں مقامات پہ مجھے ان سے تحصیل علم حدیث کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

بہرحال امام سمعانی نے الانساب کے ورق ۱۷۵ پہ جن حلوائی ارباب فضل وکمال کا تذکرہ فرمایا۔ ان کے سوانح

وافکار اور بے داغ کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دودھ اور شکر سے صرف حلوہ اور شیرینی ہی تیار نہیں کی بلکہ علم و عمل کی ایسی شیرینیاں بھی تیار کر کے تقسیم فرماتے رہے جن کی لذت سے مسلمانوں کے علمی و روحانی ذوق میں بڑی لطافت پیدا ہوئی ہے۔ ارتقاء علم و فکر اور تبلیغ و اشاعت دین کے جس قدر کرشمے آج دنیا میں نظر آتے ہیں یہ تمام ان ہی کی محنت و مشقت اور تدبر و تفکر کے نتائج ہیں۔ وہ فرش گل پر چلنے کے بجائے خارزار جنگل پر چلتے رہے مگر علم کی آبرو پر آنچ نہ آنے دی۔ ان کا دائمی نصب العین علم کی اشاعت اور خدمت دین رہا۔ ان کی زندگی و مساعی کا یہی ایک منشور تھا جس میں وہ کسی بھی تبدیلی کے روادار نہ تھے

وہ صرف ایک ہی اصول "اتباع دین مبین اور اعتصام بحبل اللہ المتین" کے پابند تھے۔ اسی میں انفرادی و اجتماعی قومی و ملی فلاح کو مضمر سمجھتے تھے۔ ان کا انداز فکر مجتہدانہ تھا۔ وہ احیاء اسلام کے داعی تھے علم و ادب کا خاص موضوع تھا۔ ان کے لگائے ہوئے علمی گلستان اور روحانی گلشن قیامت تک شاداب رہیں گے۔

ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے
قومی خدمت (ق) ایک عبادت ہے
سروس انڈسٹریز
اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اس خدمت میں مصروف ہے
Servis
قدم قدم حسین قدم قدم آرام